ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

پیر نصیرالدین نصیر گیلانی کی غزل گوئی

ڈاکٹر محمد نعیم گھمن

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو گورنمنٹ شالیمار گریجویٹ کالج باغبان پورہ، لاہور

علی مرتضی

پی۔ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

عامر حسن

لیکچرار، اُردو یونیورسٹی آف، لاہور

Abstract:

Pir Naseer al-Din Naseer Gilani was a poet proficient in seven languages. He wrote in various forms of poetry, including eulogies, hymns, panegyrics, quatrains (Rubayat), and ghazals, earning great admiration in scholarly and literary circles. His primary focus was on ghazal poetry, characterized by classical traditions.He tested his skills among the masters of poetry, holding the most prominent position among the poets of Khanqah Golra Sharif. His verses have become proverbial in Sufi Chishtia circles.If Naseer Gilani hadn't been associated with Khanqah, he would have been among the leading ghazal poets of the contemporary era. A specific background has obscured his poetic horizon.His ghazals reflect rare and exquisite techniques, artistic creations, linguistic eloquence, and elaborate mentions of the beloved, wine, vessels, and splendid imaginations.

Key words: Pir Naseer Gilani, exquisite techniques, classical tradition of poetry, the poetic legacy of Khanqah Golra, Sufi Chishtia circles.

پیر نصیر الدین نصیر نے مختلف اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ جن میں حمد، نعت، منقبت اور غزل اہم ہیں۔ان کی غزل گوئی میں استاد شعراء کا رنگ پایا جاتا ہے۔ان کی غزل گوئی بھی دیگر صوفیاء کی طرح کلاسیکل روایات سے جڑی ہوئی ہے۔ان کی غزل میں موضوعات کا تنوع بھی اپنی مثال آپ ہے۔ان کی غزلوں میں فارسی الفاظ اور تراکیب بھی رنگ جمائے نظر آتی ہیں۔ پیر نصیر الدین نصیر کا رنگ تغزل وہی ہے جو ہر دور میں اردو غزل کا تفاخر رہا ہے۔ پیر نصیر الدین نصیر کے ہاں بھی وہی مضامین ہیں جن کا اظہار ہر دور کے غزل گو شعراء کے ہاں ملتا ہے مگر ان کا انداز یکتا و یگانہ ہے۔ پیر نصیر الدین نصیر کلاسیکل شاعری کے دائرے میں گھرے ہوئے نظر آتے ہیں مگر ان کے ہاں خیالات میں جدت اچھوتا پن پیدا کرتی ہے۔ پیر نصیر الدین نصیر نے ان پابندیوں کو پورے طریقے سے نبھایا جو کسی بھی شِعری روایت کی ضرورت ہوتی ہیں۔ان کے انہی شِعری محاسن کی طرف ڈاکٹر توصیف تبسم بدایونی نے بلیغ انداز میں اشارہ کیا۔

> ”پیر نصیر روایتی مضامین کو محض دہراتے نہیں، بلکہ رنگ تغزل کی فنی و لسانی پابندیوں میں رہتے ہوئے، ان کی فکر اس خاص مضمون کا کوئی نہ کوئی ایسا رخ تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے کہ شعر میں بار بار کہی ہوئی بات میں بھی ایک تازگی اور لطف خود بخود پیدا ہو جاتا ہے۔“(1)

پیر نصیر الدین نصیر نے خانقاہی ماحول میں آنکھ کھولی۔ان کی پرورش صوفیا کی صحبت میں ہوئی۔ دریشوں کی راہ سلوک اور طریقہ تصوف ہوتا ہے۔ معارف اور رموز کو اشعار میں بیان کرنے کا ہنر خانقاہوں میں بیٹھے بوریا نشین شعراء کو خوب آتا ہے۔ جب اردو کا کوئی شاعر اپنے اشعار میں تصوف اور سلوک کا ذکر کرتا ہے تو اس کے ہاں ذاتی تجربہ نظر نہیں آتا مگر پیر نصیر الدین نصیر کے ہاں یہ سب ذاتی واردت ہے جس کا اظہار ان کی غزلوں میں بھی ہوتا ہے۔ پیر نصیر الدین نصیر جب تصوف کے مضامین کو بیان کرتے ہیں تو ان میں تازگی اور شعور کی گہرائی میں باطنی حلاوت محسوس ہوتی ہے ۔ان کی غزلوں میں فلسفہ اور زندگی کی ماہیت بھی اشعار کے سانچے میں ڈھلی نظر آتی ہے۔ الغرض اردو ادب

کے دیگر شعراء اپنے مزاج پر بنیاد شعر رکھتے اور پیر نصیر الدین نصیر حال پر اشعار کے خمیر اٹھاتے ہیں۔ان کی غزلوں میں تصوف کے رموز اپنے جوبن کی جانب گامزن نظر آتے ہیں۔

تجلی کا ایسا اثر کس لیے ہے
ترا حسن دیوانہ گر کس لیے ہے
ذرا آنسوؤں سے دھلے فرد عصیاں
نصیر آپ کی چشم تر کس لیے ہے(2)

تصوف انسان کی باطنی ہشاشت کا نام ہے۔تزکیہ نفس اور محاسبہ نفس تصوف کا زادراہ ہے۔باطن کی روشنی،نور کا وہ دائرہ ہے جس میں داخل ہونے کے بعد انسان کی روح رشک ملائک بن جاتی ہے۔انسان اس مادی دنیا میں رہتے ہوئے بھی اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کا تصور بھی ممکن نہیں۔انسان کے باطن میں اک الگ جہاں آباد ہوتا ہے۔صوفیا اسی جہاں کو مرکز نگاہ بناتے ہیں۔ان کے ہاں باطن کی دنیا کی طہارت اور پاکیزگی اہم ہوتی ہے۔اس لیے صوفی شعراء بعض اوقات انہی مسائل تصوف کو اپنی شاعری کا موضوع بناتے ہیں۔کوئی بھی سلوک کی راہ کا مسافر باطنی تطہیر کے بغیر روحانی ترقی نہیں کر سکتا۔پیر نصیر الدین نصیر کی غزلوں میں اسی وصف کی سمت اشارے ملتے ہیں۔

خار ہی خار زمانے میں نظر آتے ہیں
اپنے دامن کو برائی سے بچا کر چلیے
روشنی ہو تو چمک اٹھتی ہے ہر راہ سیاہ
دو قدم چلیے،مگر شمع جلا کر چلیے(3)

تصوف باطنی معرفت کا ذریعہ ہے۔خانقاہوں میں بنیادی وصف ہی یہ ہے کہ ان سے وابستہ لوگ خود شناسی کے خوگر ہو جاتے ہیں۔اپنے آپ کی پہچان سب سے مشکل کام ہوتا ہے۔کئی کئی سال کے مجاہدے اور عرق ریزی کے بعد انسان اپنے من کی دنیا کا مسافر بنتا ہے۔انسان کے نفس کا سرکش گھوڑا اگر قابو میں رہے تو ہی معرفت کی منزلیں نصیب ہوتی ہیں۔من کی انہی وادیوں کے سفر کو پیر نصیر الدین نصیر نے اپنی غزل گوئی کا موضوع بنایا ہے۔صوفیا کی تعلیمات کا بنیادی فلسفہ ہی نفس پر قابو پانا ہے۔پیر نصیر الدین نصیر نے اسی کیف و سرور کی طرف اشارہ کیا ہے۔

کہہ رہا ہے یہ زندگی کا سفر
پاؤں ہر دم رکاب میں رکھیے(4)

تصوف میں انسانی فطرت کا بھی بخوبی جائزہ لیا جاتا ہے۔انسان کی بے جا خواہشات جو اس کو ذلیل و رسوا کرتی ہیں تصوف میں تزکیہ نفس پہلی منزل ہے۔تزکیہ کی بنیادی شرط ہی یہ ہے انسان اپنی خواہشات کو کم سے کم رکھے۔صوفیاء ان خواہشات کو قابو رکھنے کے لیے مختلف طریقے بتاتے ہیں۔جوانی ہر انسان کو بھاتی ہے۔اس لیے ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ اس پر ہر وقت جوبن ہی رہے۔اس کی جوانی کو بڑھاپے کی پرچھائی بھی نصیب نہ ہو۔یہ عام طور پر ہر انسان کا نفسیاتی مسئلہ ہے جس میں وہ بری طرح الجھا ہوا ہے۔۔پیر نصیر الدین نصیر نے بھی انسانی ہوس،لالچ اور اسی نفسیاتی الجھن کو موضوع بنایا ہے۔

آدمی،وہ ہوس کا پتلا ہے
زندگی بھر شباب مانگے گا(5)

تصوف اور سلوک کی راہوں کے مسافروں کی منزل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ ہے۔پیر نصیر الدین نصیر اپنی غزلوں میں اس حقیقت کا کھل کے اظہار کرتے ہیں۔حضور ﷺ سے محبت و عشق کا تقاضا بھی یہی ہوتا ہے کہ انسان ہر حال میں ان کی یاد کو مرکز و محور بنائے رکھے۔صوفیاء کی خانقاہوں کا یہ

وصف ہے کہ دنیا بھر کے علوم وفنون کا دھارا سوئے مکین گنبد خضراء ہی موڑتے ہیں۔ان کی ہر بات کا اختتام حضور ﷺ کی محبت پر ہی ہوتا ہے۔ان کی نظر میں یہی محبت ہے جو انسان کو فاتح عالم بنا دیتی ہے۔ان کو آقا ﷺ کی نسبت پہ ہر دم ناز رہتا ہے۔وہ عشق رسول ﷺ کے جام پیتے اور پلاتے ہوئے ساری زندگی گزار دیتے ہیں۔ان کی زندگی کی ہر ادا سے محبت رسول ﷺ کی خوشبو آتی ہے۔عشق رسول ﷺ ان کی زندگی اور ہر عمل کا نمایاں پہلو ہوتا ہے۔اس لیے جب وہ غزل بھی کہیں تو اچانک اپنے احساسات کا رخ حضور ﷺ کی ذات کی طرف موڑ دیتے ہیں۔ان کے مجازی عشق کے سارے قافلے بھی سوئے حجاز ہی رواں دواں رہتے ہیں۔پیر نصیر الدین نصیر کی غزل میں نعت کا رنگ اک عجب سا کیف پیدا کرتا ہے۔ان کو اپنی نسبت پر بھی فخر ہے۔وہ اپنی تمام کامرانیوں کو حضور ﷺ سے منسوب کرتے ہیں۔

ساقی کوثر و تسنیم سے نسبت ہے نصیر!

کیوں نہ دنیا میرے میخانے کے چکر کاٹے(6)

انہوں نے اپنی نسبتوں پر بھی تفاخر کیا ہے۔یہ حقیقت ہے کہ صوفیا اپنے دور کے بادشاہوں کو بھی خاطر میں نہیں لاتے۔ہر دور میں صوفیا کا اپنا طور طریقہ ہوتا ہے۔ان کے در پہ بڑے بڑے بادشاہ سر جھکائے کھڑے نظر آتے ہیں۔دنیا کی حقیقی بادشاہت انہی کو زیب دیتی ہے۔ان خدامست دریشوں کا اپنا طرز زندگی ہوتا ہے،جس میں یہ مست رہتے ہیں۔صوفیا اپنے سلسلہ محبت اور من کی مستی پر فخر کرتے ہیں۔دنیا سے بے رغبتی کا فیض صوفیا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شان فقر سے عطا ہوتا ہے۔صوفیا فقر کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں۔ان کو دنیا کے عہدوں اور منزلتوں کی مطلقاً پروا نہیں ہوتی۔یہ فقر کی دنیا میں مست رہتے ہیں اور اسی میں ان کو سلطنت اور بادشاہت محسوس ہوتی ہے۔پیر نصیرالدین نصیر نے اپنی غزلوں میں ان نسبتوں کا کھل کے اظہار کیا ہے۔آپ ہندوستان میں مشائخ چشت کے احوال کا جائزہ لیں تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ان خدامست درویشوں نے اپنی باطنی سرمستی میں اس طرح زندگی بسر کی ہے کہ اس دور کے سلاطین ان کی خانقاہ پر حاضری کو شرف گردانتے تھے۔ہندوستان کے سلاطین مشائخ چشت سے نسبت پر ہمیشہ فخر محسوس کرتے تھے۔پیر نصیر نے بھی اپنی چشتی نسبت کو بادشاہوں سے تعلق پر ترجیح دی ہے۔

ترے سنگ در پہ جو ہوا ادا، وہی ایک سجدہ ہے کام کا

یہی اک نماز ہے عشق کی جو بغیر شرط امام ہے

میں نصیر فقر سرشت ہوں، کہ مرید ساقی چشت ہوں

مجھے بادشاہوں سے کام کیا، انہیں دور ہی سے سلام ہے(7)

غزل میں غنائیت اور ترنم دوسری اصناف سخن سے زیادہ ہوتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ غزل گوئی میں قافیہ وردیف کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔غزل گوئی کا حسن ہی موسیقت کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔مترنم بحریں اور ایسے مصرعے جن سے شعر کے باطن میں موسیقت کی لہر پیدا ہوتی ہے کسی بھی شاعر کا کمال ہوتا ہے۔پیر نصیر الدین سُر اور ساز سے بخوبی واقف تھے۔یہی وجہ ہے کہ پیر نصیر الدین نصیر کی غزلوں میں بھی بحروں اور موسیقت کی رم جھم اپنے عروج پر نظر آتی ہے۔

ان کے جلووں سے مزین دونوں آنکھیں ہیں مری

ان کا خاکہ، ان کا نقشہ، ان کی صورت دل میں ہے

ان کی حسرت، ان کا ارمان، ان کی الفت، ان کا غم

کیا بتائیں، کیا کہیں، کیا کیا ہمارے دل میں ہے(8)

فصاحت وبلاغت اور محاورں کا استعمال ان کی غزل گوئی میں عجب رنگ بکھیرتا نظر آتا ہے۔روزمرہ کا بر محل استعمال بھی ان کی قادر الکلامی پر دلالت کرتا ہے۔ان کی غزلوں میں لفظی ومعنوی محاسن اور شیرازہ بند ردیفیں عجب قسم کی معنویت پیدا کرتی ہیں۔انہوں نے غیر مانوس تراکیب اور ردیفوں کو بھی ایسے سلجھے انداز میں باندھا ہے کہ غزل گوئی لطف کا دوبالا محسوس ہوتا ہے۔ان کے چند اشعار ملاحظہ کریں۔

بے وفا بھی رہے، خفا بھی رہے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

آپ بھی ہیں بڑے عجب کوئی(9)

انہوں نے لفظی صنعت گری کا استعمال بھی بڑی مہارت سے کیا ہے اور اپنی غزلوں میں تجنیس اور ترصیع کو بھی بخوبی نبھایا ہے۔

خدا گواہ کہ اہل نظر کے مشرب میں

شراب حسن سے بہتر کوئی شراب نہیں(10)

پیر نصیر الدین نصیر غزل گوئی میں عشق و محبت کی سرمستی کو بیان کرنے کے لیے نشہ شراب سے تعبیر کیا ہے۔ان کی شاعری میں میکدہ، جام، ساغر، میخوار، مے نوش، رند اور ساقی کی اصطلاحات ہر سو جلوہ گر دکھائی دیتی ہیں۔ان کی غزل میں میکدے کا ذکر بکثرت ملتا ہے۔ان کے غزلوں میں میکدہ اور مے نوشی پر بہت سے اشعار ہیں۔پیر نصیر الدین نصیر صوفی شاعر ہیں اور خانقاہ سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے ان کے یہاں یہ سارے الفاظ عشق حقیقی کے ضمن میں آتے ہیں۔صوفیا بھی اپنے ہاں انہیں اصطلاحات کو استعمال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔صوفیاء کے ہاں خدا اور اس کی صفات کا ذکر بڑے تزک و احتشام سے کیا جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ پیر نصیر الدین نصیر کی شاعری میں جابجا مے نوشی کا ذکر ملتا ہے۔مے نوشی سے مراد یہاں شراب طہور اور شراب معرفت ہے۔پیر نصیر الدین نصیر کے چند اشعار ملاحظہ کریں۔

تیرے قربان تیری اس یاد کے لمحے پہ نثار

جس نے شب بھر مجھے مصروف دعا رکھا ہے

کیا نصیر آنکھ اٹھے ساغر و مینا کی طرف

ان کی آنکھوں نے مجھے مست بنا رکھا ہے(11)

تو اگر رکھے گا ساقی ہم سے پیمانہ الگ

ہم بنالیں گے کہیں چھوٹا سا میخانہ الگ

پی رہا ہوں جی رہا ہوں شاد ہو سرشار

دل لگی مے سے الگ ساقی سے یارانہ الگ

میکدے میں اب بھی اتنی ساکھ ہے اپنی نصیر!

ایک ہمارے نام کا رہتا ہے پیمانہ الگ(12)

غزل گو شعراء نے حسن ادا کا اک خاص پہلو نکالا ہے کہ وہ محفل خیال سجاتے ہیں اور اسی میں ایک دوسرے سے گفتگو کیے جاتے ہیں۔اسی خیال آفرینی کا سبب وہ زہد کی برائی اور رندی اور شراب و میکدے کی تعریف کرتے ہیں۔یہ ایسا موضوع ہے جو غزل کی ساخت میں نہایت خوبی سے پیش کیا جاتا ہے۔اس میں رمز و ایماء کی تکنیک کے پر تو نظر آتے ہیں۔غزل گو شعراء انسانی جذبوں سے مملو ہوتے ہیں۔اس لیے وہ جانتا ہے کہ عرفان شناسی کے لیے مذہبی حد بندیوں کو بالائے طاق رکھ کر ہی منزل کی جانب بڑھا جا سکتا ہے۔پیر نصیر الدین نصیر نے بھی اسی سمت توجہ کی ہے۔اس لیے ان کی شاعری میں یہ ساری علامتیں اک عارف کی ذات کے جلوے ہیں جن کو وہ میکدہ اور شراب کے پیرہن میں پیش کر رہا ہے۔

کون کافر ہے جو ہے منکر مے

آپ ایک گھونٹ پلائیں تو سہی

کھنچ کے آجائیں گے مے خوار کو نصیر

میکدہ آپ سجائیں تو سہی(13)

جب بھی ساقی نے مجھے پوچھ لیا ہنس کے نصیر

چوم کر جام وہیں، میں نے کہا" اور بھی کچھ "(14)

کل نصیر اک جام کا ملنا ہمیں دشوار تھا

آج آنکھوں میں لیے بیٹھے ہیں اک میخانہ ہم(15)

مسجد و بت خانہ یا کعبہ و میکدہ کی رمزی علامات بھی قابل ذکر ہیں کہ زہد و گناہ کے تصورات ان کے ساتھ وابستہ و پیوستہ ہیں۔ظاہر ہے کہ صوفی شعراء کے ہاں ان کے مجازی معنی مراد ہیں۔یہ الفاظ رمز و ایماء کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔غزل گو شعراء اپنے قلب و نظر کی وسعت کو بیان کرنے کے لیے ان لفظوں کو شعری علامتوں کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔پیر نصیر الدین نصیر نے بھی اپنی باطنی وسعتوں کو انہی علامتوں کے ذریعے عیاں کیا ہے۔

میکدے میں آنے والو! میکدہ مت چھوڑنا

مرنے جینے کا مزا کچھ ہے تو میخانے میں ہے

پی رہا ہوں، جی رہا ہوں، شاد ہوں، مسرور ہوں

زندگی ہی زندگی لبریز پیمانے میں ہے(16)

انہوں نے میکدہ اور مے نوشی کا جس اسلوب میں ذکر کیا ہے اس کی رمزیت اور بلاغت کا بیان ممکن نہیں ہے۔انہوں نے کچھ باتیں کہی ہیں اور کچھ باتوں کو پردے میں رکھا ہے۔اب یہ فیصلہ کرنے میں دشواری کا سامنا ہے کہ جو باتیں بیان کر دی گئی ہیں ان میں لطافت زیادہ ہے یا جو باتیں چھپائی گئیں ان میں لطافت وافر ہے۔ان کا یہی وصف ان کے اثر تغزل کی اعلیٰ ترین معراج کو ظاہر کرتا ہے۔انہوں نے محبوب کی اداؤں اور شراب کے نشے میں عجب مماثلت ڈھونڈی ہے جس کا انداز بھی بڑا منفرد ہے۔

زلف کی اوٹ سے چمکے وہ جبیں تھوڑی سی

دیکھ لوں کاش! جھلک میں بھی کہیں تھوڑی سی

میکدہ دور ہے، مسجد کے قریں، تھوڑی سی

میرے ساقی ہو عطا مجھ کو یہی تھوڑی سی(17)

ہنگامہ ہستی کی کرشمہ سازیوں میں اور پری چہروں کی اداؤں اور ان کی شکن زلف عنبریں اور نگہ سرمہ سا میں ارباب عرفان کے لیے تجلیات الہی کی جلوہ فرمائیاں موجود ہوتی ہیں جو انسان کا حقیقی مطلوب ہیں۔صوفیاء کے نزدیک وہ اسی تجلی الہی کی طرف لپکتے ہیں تاکہ اپنے آپ کو اس کے نور سے منور کر سکیں۔صوفی شعراء نے اسی باطنی جذب کو ہی اپنے اشعار میں پرویا ہے۔ان کا یہی انداز وسیع المشربی کو اجاگر کرتا ہے جو ان کے رنگ تغزل کی حقیقی روح ہے۔ان سارے معاملات کے لیے بنیادی ضرورت حسن و عشق کی ہے۔یہی وجہ ہے کہ عشق و محبت پر فخر کرنا شعراء کا اک اہم طریق رہا ہے اردو غزل گو شعراء اپنے عشق و محبت کو بڑے ہی تفاخر سے بیان کرتے ہیں۔عشق ہی ان کی میراث ہوتا ہے جس پر وہ ہمیشہ نازاں رہتے ہیں۔عشاق کا اپنا ہی طرز زندگی ہوتا ہے وہ عقل کے پیمانوں میں ناپ کر معاملات کو طے نہیں کرتے بلکہ وہ عشق کی بنیاد پر اپنے اعمال کو پرکھتے ہیں۔عشق و مستی میں بنیادی وصف جو اپنا کردار ادا کرتا ہے وہ حسن ہوتا ہے۔حسن کی نزاکتوں سے لطف اٹھانا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہوتا۔عشاق ہی ہوتے ہیں جو حسن کے قدردان ہوتے ہیں۔ان کو ہی خبر ہوتی ہے کہ حسن کو کیسے امام بنانا ہے۔یہی وجہ ہے کہ پیر نصیر نے بھی عشاق کے اسی طرز عمل کی توصیف کی ہے۔

بزم ساقی میں اور کیا واعظ!

رند ہوتے ہیں، جام ہوتے ہیں

مسجد عشق میں نصیر! چلو

حسن والے، امام ہوتے ہیں(18)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

محبت اور عشق کی راہوں میں حسن کو بنیادی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ حسن ایک جادو کی طرح انسان کے حواس پر چھا جاتا ہے۔اس جادو کا مدھم سا اثر انسان کے باطن پر ہونا شروع ہوتا ہے پھر انسان کی روح اور دل رقص کرتی ہے۔اگر محبت کی راہ کا مسافر شاعر ہوں تو یہ رقص لفظوں کی صورت میں نظر آتا ہے۔ پیر نصیر الدین نصیر نے بھی اسی طرح کی کیفیات کا اظہار کیا ہے۔

ان کا جلوہ جو عام ہو جائے

حشر برپا تمام ہو جائے

مسکرا کر جو دیکھ لیں وہ مجھے

غم کا قصہ تمام ہو جائے

کاش اس صبح زندگی کی نصیر

کوئے جاناں میں شام ہو جائے(19)

شباب آیا حجاب آیا ادائیں آ گئیں ان کو

نہیں آیا تو انداز وفا اب تک نہیں آیا

نصیر اس نے دم رخصت نہ کیا کیا کھائی تھیں قسمیں

مگر دیکھو ذرا وہ بے وفا اب تک نہیں آیا(20)

پیر نصیر الدین نصیر کی شاعری کو پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ محبت کی نزاکتوں اور لطافتوں سے کماحقہ آگاہ تھے۔انہوں نے جس انداز میں محبت کی باریکیوں کو بیان کیا ہے یہ وہی شخص کر سکتا ہے جو ان راہوں کا مسافر ہو۔ پیر نصیر الدین نصیر کا باطن سوز و گداز سے گندھا ہوا تھا۔ان کے باطنی سوز و گداز کا رنگ ان کے اشعار میں نظر آتا ہے۔ محبت کی لطافت کو جس انداز میں انہوں نے بیان کیا یہ انہی کا خاصہ ہے۔

محبت ناز ہے یہ ناز کب ہر دل سے اٹھتا ہے

یہ وہ سنگ گراں ہے جو بڑی مشکل سے اٹھتا ہے

لگی میں عشق کی شعلہ کوئی مشکل سے اٹھتا ہے

جلن رہتی ہے آنکھوں میں دھواں سا دل سے اٹھتا ہے

تیری نظروں سے گر کر جب کوئی محفل سے اٹھتا ہے

بڑی دقت بڑی زحمت بڑی مشکل سے اٹھتا ہے(21)

زندگی کے تلخ ترین حقائق محبت کے جذبے کو مغلوب تو کر سکتے ہیں مگر ان کو ختم کرنا اس کے بس میں نہیں ہوتا۔ پیر نصیر الدین نصیر کے ہاں جو تصور عشق ہے وہ شاعری میں نیا نہیں ہے بلکہ انہوں نے کلاسیکل رنگ کو ہی منفرد انداز میں پیش کیا ہے۔انہوں نے کسی نئی رسم عشق کی طرح نہیں ڈالی بلکہ وہ اسی بنیادی جذبہ محبت کو اپنے انداز میں بیان کرتے ہیں۔

خاک وعدوں پہ ڈالتے جاؤ

تم ہمیں روز، ٹالتے جاؤ

عشق کرنا نہیں گناہ مگر

روگ ہے روگ، پالتے جاؤ(22)

پیر نصیر الدین نصیر کو اپنے فن پر بڑا ناز تھا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے ہاں استاد شعرا کا رنگ اپنے جوبن پر نظر آتا ہے۔ان کی فنی اور فکری پختگی انکے اشعار سے عیاں ہے۔ایک دفعہ ایک شاعر نے پیر نصیر الدین نصیر کو ایک مصرع لکھ کر بھیجا۔اس نے کہا کہ اگر آپ اس زمین میں پانچ شعر کہہ دیں تو میں آپ کو استاد مان لوں گا۔ پیر نصیر الدین نصیر نے اس زمین میں بارہ اشعار کہے اور اس ہم عصر شاعر کو لکھ بھیجا کہ آپ مجھے اساتذہ میں شمار نہ کریں بلکہ تلامذہ میں ہی رہنے دیں۔اس غزل کے چند اشعار قابل غور ہیں۔

ہر بول اس کا روح کے آزار چاٹ لے

جس کی زبان خاک در یار چاٹ لے

رہتا ہے زلف یار تیری چھاؤں میں یہ دل

جب تیز دھوپ سا اشجار چاٹ لے

منکر جو ہو نصیر کے فضل و کمال کا

کہہ دو اسے نوشتہ دیوار چاٹ لے(23)

محبت کی کیفیات ہمارے مانوس تجربات سے تعلق رکھتی ہیں اور عام انسانی زندگی کے قریب تر ہیں۔ان تجربات میں کسی قسم کے فلسفے کا دخل نہیں ہوتا مگر ان میں ندرت ضرور ہوتی ہے۔ کسی شعر یا کسی تخلیق میں فلسفہ کے علاوہ بھی کوئی ایسی شے ہوتی ہے جو ہمیں اپنی گرفت میں لے لیتی ہے اور ہم اس سے وہ لذت حاصل کرتے ہیں جو فلسفہ سے بھی شاید حاصل نہ ہو۔ پیر نصیر الدین نصیر کی شاعری میں محبت و عشق کے اسی احساس کو اشعار کے پیرہن میں پیش کیا گیا ہے۔ محبت و غم لازم و ملزوم ہیں۔ پیر نصیر الدین نصیر کے ہاں ماتمی فضا نہیں ہے بلکہ ان کے محبوب کی ادائیں اور اس کی دلفریبیاں محبت کی راہ کا سب سے قیمتی اثاثہ ہیں۔ محبت کی راہوں میں عاشق پر ہونے والے ظلم و ستم یادگار بن گئے ہیں۔ محبوب کی جفائیں،اس کے ستم اور اس کا ظلم ہمیشہ نت نئے خیالات کو جنم دیتا ہے۔ پیر نصیر الدین نصیر کے ہاں ان خیالات کی فراوانی پائی جاتی ہے۔

گلوں میں رنگ بن کر چاند تاروں میں چمک بن کر

ہمارے سامنے وہ جلوہ گر یوں بھی ہے اور یوں بھی

نگاہ پھیر لے یا مسکرا کر دیکھ لے ظالم

ستم ہو یا کرم تو معتبر یوں بھی ہے اور یوں بھی

کوئی رحمت سمجھتا ہے کوئی صاحب زحمت سمجھتا ہے

حسینوں پر زمانے کی نظر یوں بھی ہے اور یوں بھی

کبھی بہلا دیا مجھ کو کبھی سرمستیاں دے دیں

میرے ساقی کا انداز نظر یوں بھی ہے اور یوں بھی(24)

پیر نصیر الدین نصیر کے استعاروں اور تشبیہوں کے پردے میں چھپی ہوئی گہری حسیت ان کی عصری شعور کی گواہی دیتی ہے۔ پیر نصیر الدین نصیر کے ہاں نادر و نایاب ردیفیں بھی رنگ جمائے نظر آتی ہے۔انہوں نے مختلف الفاظ کو ردیف بنا کر معاملات محبت کو امر کر دیا ہے۔انہوں نے اپنی غزل میں دل کا ردیف بنایا ہے۔ان کی اس غزل کے چند اشعار ملاحظہ کریں:

ان کے انداز کرم ان پہ وہ آنا دل کا

ہائے وہ وقت وہ باتیں وہ زمانہ دل کا

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

دل لگی دل کی لگی بن کے مٹا دیتی ہے

روگ دشمن کو بھی یارب نہ لگانا دل کا

بے جھجک آ کے ملو ہنس کے ملاؤ آنکھیں

آؤ ہم تم کو سکھاتے ہیں ملانا دل کا

ان کی محفل میں نصیر ان کے تبسم کی قسم

دیکھتے رہ گئے ہم ہاتھ سے جانا دل کا(25)

پیر نصیرالدین نصیر کی غزل گوئی موجودہ عہد میں کلاسیکیت کے تمام رنگ لیے ہوئے ہے۔ان کی غزلوں میں فلسفیانہ خیالات بھی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ سادہ اور سہل انداز میں معاملات محبت کا بیان بھی ملتا ہے۔انکی غزلوں میں وحدت الوجود اور صوفیانہ رنگ بھی پوری طرح آب وتاب سے چمکتا نظر آتا ہے ۔پیر نصیرالدین نصیر موجودہ عہد کے ایک مکمل شاعر ہیں۔ان کی شعری محاسن ان کی فکری اور فنی خوبیوں کی گواہی دیتے ہیں۔اگر پیر نصیرالدین نصیر پر خانقاہ کی گہری چھاپ نہ ہوتی تو شاید موجودہ عہد میں ادبی حلقے ان کی جانب بہت زیادہ متوجہ نظر آتے۔بلاشبہ پیر نصیرالدین نصیر خانقاہ گولڑہ شریف کی شعری روایت کے سب سے بڑے اور مکمل شاعر ہیں۔انہوں نے خانقاہ گولڑہ شریف کی شعری روایت کو اوج کمال تک پہنچایا ہے ان کی غزلوں کے کئی اشعار زبان زد عام ہیں۔اسی لئے تو پیر نصیرالدین نصیر نے اپنی شاعری پر خود بھی تفاخر کیا ہے۔

دل کی دھڑکن کہ جاں سے آتی ہے

ان کی خوشبو کہاں سے آتی ہے

دو قدم چل کے تم نہیں آتے

چاندنی آسماں سے آتی ہے

یاد فن کے اساتذہ کی نصیر

تیرے طرز بیان سے آتی ہے(26)

پیر نصیرالدین نصیر نے کی شاعری جدت وقدامت کا سنگم محسوس ہوتی ہے۔پیر نصیرالدین نصیر کی غزل گوئی کے پیچھے اک فکر کارفرما ہے۔انہوں نے غزل گوئی میں اپنے اسی فکری اثاثے کی ناصرف حفاظت کی ہے بلکہ اس میں مزید اضافہ بھی کیا ہے۔انہوں نے اپنے حال کو ماضی سے ملانے کی شعوری کوشش کی ہے ۔جس میں وہ کسی حد تک کامیاب بھی نظر آتے ہیں۔انہوں نے اپنے ماضی کو حال کے ساتھ جوڑ کر خانقاہ گولڑہ شریف کی شعری میراث کو نئی نسل تک پہنچایا ہے ۔ان کی غزلوں میں باطنی ورادات کا بڑا عمل دخل ہے۔ان کے شعری تلازموں اور شعری لطافتوں میں عجب سرمستی اسی باطنی ورادات کی مظہر ہے۔انہوں نے کلاسیکل غزل کے الفاظ اور علامات کو بغیر کسی پس وپیش کے استعمال کیا ہے۔میکدہ،جام،لالہ،چاندنی،خوشبو،نسترن،عندلیب،باغ،چمن،گلستان اور ریحان جیسے الفاظ موجودہ عہد میں فرسودہ معلوم ہوتے ہیں اور ان کے استعمال کو قدامت پرستی تصور کیا جاتا ہے۔ان کو چاہیے کہ وہ لوگ پیر نصیرالدین نصیر کی غزلوں میں ان الفاظ کا استعمال پڑھیں۔

حوالہ جات

1۔ نصیرالدین نصیر،"دست نظر"،راولپنڈی:حمزہ پرویز پرنٹرز، ،ص(ب)

2۔ نصیرالدین نصیر،پیر"کلیات نصیر گیلانی"، اسلام آباد:مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف،ص

3۔ نصیرالدین نصیر،"دست نظر"،راولپنڈی:حمزہ پرویز پرنٹرز، ،ص

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

4۔ ایضاً، ص
5۔ ایضاً، ص
6۔ نصیرالدین نصیر، پیر "کلیات نصیر گیلانی"، اسلام آباد: مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف، ص
7۔ ایضاً، ص
8۔ نصیرالدین نصیر، "دست نظر"، راولپنڈی: حمزہ پرویز پرنٹرز، ، ص
9۔ ایضاً، ص
10۔ ایضاً، ص
11۔ نصیرالدین نصیر، پیر "کلیات نصیر گیلانی"، اسلام آباد: مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف، ص
12۔ ایضاً، ص
13۔ ایضاً، ص
14۔ ایضاً، ص
15۔ ایضاً، ص
16۔ ایضاً، ص
17۔ نصیرالدین نصیر، "دست نظر"، راولپنڈی: حمزہ پرویز پرنٹرز، ، ص
18۔ ایضاً، ص
19۔ ایضاً، ص
20۔ نصیرالدین نصیر، پیر "کلیات نصیر گیلانی"، اسلام آباد: مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف، ص
21۔ نصیرالدین نصیر، "دست نظر"، راولپنڈی: حمزہ پرویز پرنٹرز، ، ص
22۔ نصیرالدین نصیر، پیر "کلیات نصیر گیلانی"، اسلام آباد: مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف، ص
23۔ نصیرالدین نصیر، "دست نظر"، راولپنڈی: حمزہ پرویز پرنٹرز، ، ص
24۔ نصیرالدین نصیر، پیر "کلیات نصیر گیلانی"، اسلام آباد: مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف، ص
25۔ ایضاً، ص
26۔ ایضاً، ص